اجماع اور تفسیر قرآن

ڈاکٹر حافظ عبداللہ*

اجماع کے لغوی معنی:

لغت میں اجماع کے معنی ''عزم'' اور ''اتفاق'' کے ہیں۔ جب کوئی شخص کسی کام کا عزم کر لیتا ہے تو اس وقت کہا جاتا ہے کہ اجمع فلان علی کذا. اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿فاجمعوا امر کم﴾ (۱) تم سب مل کر اپنے کام کا عزم کر لو۔

اسی معنی میں مستعمل ہے ابن منظور افریقی تحریر فرماتے ہیں:

''وجمع أمره واجمعه وأجمع علیه: عزم علیه کأنه جمع نفسه له'' (۲)

فراء کا قول نقل کرتے ہیں:

''قال الفراء: الاجماع الاعداد والعزیمة علی الامر'' (۳)

مزید تفصیل بیان کرتے ہوتے تحریر فرماتے ہیں:

''الاجماع الاحکام والعزیمة علی الشیء ،تقول: أجمعت الخروج وأجمعت علی الخروج، قال: ومن قرأ فاجمعوا کیدکم، فمعناه لا تدعوا شیئا من کیدکم الا جئتم به. وفی الحدیث: من لم یجمع الصیام من اللیل فلا صیام له، الاجماع احکام النیة والعزیمة، أجمعت الرأی وازمعته وعزمت علیه بمعنی. ومنه حدیث کعب بن مالک: اجمعت صدقة وفی حدیث صلاة المسافر: ما لم أجمع مکثا أي مالم أعزم علی الاقامة'' (۴).

اجماع: کسی چیز پر پختگی اور مضبوط ارادے کا نام ہے۔ جیسے تو کہتا ہے اجمعت الخروج و اجمعت علی الخروج (یعنی میں نے نکلنے کا عزم کر لیا) اور کہا کہ جس نے پڑھا فاجمعوا کیدکم تو اس کا معنی یہ ہے کہ اپنے مکر میں سے کوئی چیز چھوڑو نہیں مگر تم اسے لے آؤ۔ حدیث میں ہے۔ ''جس نے رات کو روزے کا ارادہ نہیں کیا تو اس کا روزہ نہیں۔ اجماع سے مراد نیت کی پختگی اور عزم ہے۔ اجمعت الراي وازمعته اور عزمت علیه کے معنی ایک ہیں یعنی میں نے پختہ ارادہ کیا۔ اسی طرح حدیث کعب بن مالک میں ہے اجمعتُ صدقة یعنی میں نے صدقہ کرنے کا پختہ عزم کر لیا۔ مسافر کی نماز والی حدیث میں ہے ما لم أجمع مکثا یعنی جب تک اس نے ٹھہرنے کا پختہ عزم نہیں کیا

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی لاہور

دوسرے معنی کا اعتبار کرتے ہوئے کہا جاتا ہے **اجمع القوم علی کذا**۔قوم نے اس کام پر اتفاق کرلیا۔

ابن منظور دوسرا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"واجمع أمره أی جعله جمیعا بعد ما کان متفرقا، قال: وتفرقه أنه جعل یدیره فیقول مرة أفعل کذا ومرة أفعل کذا، فلما عزم علی أمر محکم أجمعه أی جعله جمعا، قال: وکذلک یقال أجمعت النهب، والنهب، ابل القوم التی أغار علیها اللصوص وکانت متفرقة فی مراعیها فجمعوها من کل ناحیة حتی اجتمعت لهم، ثم طردوها وساقوها، فاذا اجتمعت قیل: أجمعوها" (۵)

واجمع امره یعنی اس نے اسے علیحدہ علیحدہ ہونے کے بعد جمع کرلیا۔کہا **وتفرقه انه جعل یدیره**، تفرقہ سے مراد ہے کہ کسی ایک بات پر نہ ٹھہرنا پس وہ کبھی کہتا ہے اس طرح کرو اور کبھی کہتا ہے اس طرح کرو اور جب اس نے ایک محکم بات کا عزم کرلیا تو کہا جاتا ہے **أجمعه** یعنی اس نے (تمام امور میں سے) ایک پر اتفاق کرلیا۔اور اسی طرح کہا جاتا ہے **اجمعت النهب**: **النهب**: کسی قوم کے اونٹ جن پر چوروں نے غارت گری کی ہو اور وہ اپنے چراہ گاہ میں علیحدہ علیحدہ چر رہے ہوں پس انہوں (چوروں) نے انہیں جمع کیا ہر طرف سے گھیر کر یہاں تک کہ وہ جمع ہو گئے۔ پھر ہانک کر لے گئے جب وہ جمع ہو گئے کہا گیا: **اجمعوها**.

مذکورہ دونوں معانی کے درمیان فرق یہ ہے کہ اجماع بمعنی عزم ایک شخص کی طرف سے متصور ہوجاتا ہے لیکن اجماع بمعنی اتفاق کے کم از کم دو شخصوں کا ہونا ضروری ہے۔

علامہ عبدالعزیز بخاری ''کشف الاسرار'' میں فرماتے ہیں:

"والفرق بین المعنیین أن الاجماع بالمعنی الأول متصور من واحد وبالمعنی الثانی لایتصور الا من الأنثین فما فوقهما" (۶)

ان دونوں معانی میں فرق یہ ہے کہ اجماع پہلے معنی (عزم کرنا) میں فرد واحد سے متصور ہوتا ہے جب کہ دوسرے معنی (اتفاق کرنا) میں دو یا دو سے زیادہ افراد کے بغیر متصور نہیں ہوسکتا۔

اجماع کے اصطلاحی معنی:

شریعت کی اصطلاح میں ایک مخصوص اتفاق کا نام اجماع ہے یعنی کسی ایک زمانے میں رسول اکرم ﷺ کی امت کے علماء کا کسی واقعہ اور امر پر اتفاق کرلینا اجماع کہلاتا ہے۔

علامہ ابو اسحاق شیرازی ''اللمع فی اصول الفقہ'' میں اجماع کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں:

''هو اتفاق علماء العصر علی حکم الحادثة''(۷)

اجماع کسی زمانہ کے علماء کا کسی مسئلہ کے حکم پر اتفاق کر لینا ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

''الاجماع فانما نعني به اتفاق أمة محمد ﷺ خاصه علی أمر من الأمور الدينية'' (۸)

اجماع سے ہماری مراد امت محمدیہ ﷺ کا دینی معاملات میں کسی خاص مسئلہ پر اتفاق کر لینا ہے۔

علامہ عبدالعزیز بخاری اصول بزدوی کی شرح میں فرماتے ہیں:

''هو عبارة عن اتفاق أمة محمد ﷺ علی أمر من الأمور الدينية'' (۹)

اجماع، امت محمدیہ ﷺ کا دینی امور میں سے کسی امر پر اتفاق کر لینے کا نام ہے۔

چوتھی صدی کے حنفی اصولی عالم علامہ ابوبکر جصاص نے ''الفصول فی الاصول'' میں جو اصول فقہ پر قدیم ترین مفصل کتاب ہے، تقریباً ایک صد صفحات میں ''اجماع'' پر مفصل کلام کیا ہے۔ علامہ جصاصؒ نے اگرچہ ''اجماع'' کی تعریف متاخرین کی طرح اصطلاحی نہیں فرمائی لیکن اجماع سے متعلق مباحث کے مطالعہ کے بعد جو تعریف اخذ کی جا سکتی ہے علامہ آمدیؒ کی ''الاحکام فی اصول الاحکام'' میں بیان کردہ تعریف اس کی بہترین تعبیر ہے۔

علامہ آمدیؒ فرماتے ہیں:

''الاجماع عبارة عن اتفاق جملة أهل الحل والعقد من أمة محمد فی عصر من أعصار علی حکم واقعة من الوقائع'' (۱۰)

امت محمدیہؐ کے اہل حل وعقد کا کسی بھی زمانے میں پیش آنے واقعات میں سے کسی واقعہ کے حکم شرعی پر اتفاق کر لینے کا نام اجماع ہے۔

علامہ آمدیؒ کی تعریف زیادہ جامع ہے اور جمہور علماء اصول کی اجماع سے متعلق مسلک کی بہترین تعبیر ہے۔ گویا امت محمدیہ کے اہل حل وعقد یعنی جو اجتہاد واستنباط کی شرائط کے حامل ہیں، کا کسی زمانے میں بھی کسی امر دینی پر اتفاق کرنے کا نام اجماع ہے۔

اجماع کی حجیت:

تمام علماء اصول نے اپنی کتب اصول میں کتاب وسنت کے بعد اجماع کو بطور دلیل شرعی کے بیان کیا ہے۔ قرآن وسنت اور عقل کی روشنی میں اس کی حجیت پر مفصل بحث کی ہے۔

سب سے پہلے امام شافعیؒ نے ''الرسالہ'' باب الاجماع میں لزوم جماعت سے متعلق احادیث کا مدلول ومصداق امت کا امور دینی میں اتفاق واجماع بیان کیا ہے۔ جس کو لازم پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ امام شافعیؒ حضرت عمرؓ کا ''جابیہ'' کے مقام پر مشہور ومعروف خطبہ نقل فرماتے ہیں جس میں حضرت عمرؓ مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد کراتے ہیں ''لیلزم الجماعة'' یعنی مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑو۔ پھر امام شافعیؒ سائل کے سوال پر لزوم جماعۃ کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اذا كانت جماعتهم متفرقة فى البلدان فلا يقدر أحد أن يلزم جماعة أبدان قوم متفرقين، وقد وجدت الأبدان تكون مجتمعة من المسلين والكافرين والأتقياء والفجار، فلم يكن فى لزوم الأبدان معنى، لانه لا يمكن، ولأن اجتماع الأبدان لا يصنع شيئا، فلم يكن للزوم جماعتهم معنى، الا ما عليهم جماعتهم من التحليل والتحريم والطاعة فيهما. ومن قال بما تقول به جماعة المسلمين فقد لزم جماعتهم، ومن خالف ما تقول به جماعة المسلمين فقد خالف جماعتهم التى أمر بلزومها، وانما تكون الغفلة فى الفرقة، فأما الجماعة فلا يمكن فيها كافة غفلة عن معنى كتاب ولا سنة ولا قياس، ان شاء الله(١١).

جب ان کی (مسلمانوں کی) جماعت (مختلف) شہروں میں پھیلی ہوئی ہے تو کوئی اس بات کی استطاعت نہیں رکھتا ہے کہ وہ بکھری ہوئی قوم کے ساتھ جسمانی لحاظ سے قربت حاصل کر سکے اور جسمانی لحاظ سے تو (شہروں میں) مسلمان، کافر، متقی اور گناہ کار سب مجتمع ہوتے ہیں لہذا (لزوم جماعت) سے مراد ابدان کے ساتھ لزوم نہیں کیونکہ یہ (عملا) ممکن نہیں۔ اور (محض) اجماعِ ابدان سے کوئی شئے تشکیل بھی نہیں پا سکتی پس لزوم جماعت ان معنوں میں نہیں۔ بلکہ تحلیل وتحریم اور ان دونوں کی اطاعت پر ان کا جمع ہونا (مراد) ہے۔

جس نے بھی (شریعت کے امور میں) وہی بات کہی جو کہ مسلمانوں کی جماعت کا قول ہے پس اس نے جماعت کو لازم کیا، اور جس نے جماعت المسلمین کے قول کی مخالفت کی اس نے (لزوم) جماعت کی مخالفت کی حالانکہ اسے اس کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ فرقہ (بندی) اختیار کرنے میں (قرآن وسنت سے) بے اعتنائی ہوتی ہے جبکہ جماعت کے ساتھ ہونے میں کتاب وسنت اور قیاس سے (اگر اللہ چاہے) بے اعتنائی بالکل بھی ممکن نہیں۔

علامہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں:

''اتفق الفقهاء على صحة اجماع الصدر الأول، وأنه حجة الله، لا يسع من يجيئ بعدهم خلافة، وهو مذهب جل المتكلمين''(١٢)

صدر اول کے اجماع کی صحت پر فقہاء کا اتفاق ہے اور وہ اللہ کی حجت ہے۔ بعد میں آنے والے کسی نے بھی اس کے خلاف (چلنے) کی کوشش نہیں کی اور یہ جلیل الشان متکلمین کا بھی مذہب ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

"ومعرفة حجة الاجماع من طريق السمع" (۱۳)

"اجماع کی حجت کی معرفت نقلاً (ثابت ہوتی) ہے"

اس کے بعد علامہ جصاص حجیت اجماع پر کتاب اللہ سے دلائل بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"والدليل على صحته من جهة السمع: قول الله تعالى ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (۱۴)

هذاه الآية دالة على حجة الاجماع من وجهين:

أحدهما: قوله تعالى: ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ والوسط: العدل فى اللغة.

قال الشاعر

هم وسط يرضى الانام بحكمهم اذا طرقت احدى الليالى بمعظم

يعنى: هم عدول، فلما وصف الله تعالى الأمة بالعدالة اقتضى ذلك: قبول قولها، وصحة مذهبها، والوجه الثانى: قوله تعالى ﴿لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ فجعلهم شهداء على من بعدهم، كما جعل الرسول شهيدا عليهم، ولا يستحقون هذه الصفة الا وقولهم حجة، وشهادتهم مقبولة، كما أنه (لما) وصف الرسول بأنه شهيد عليهم بقوله ﴿وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ أفادبه: أن قوله صلى الله عليه وسلم عليه حجة عليهم، وشهادته صحيحة" (۱۵)

اجماع کی صحت پر نقلی دلیل اللہ جل شانہ کا قول ہے ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ یہ آیت حجت اجماع پر دو طرح دلالت کرتی ہے۔

پہلی وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا﴾ ہم نے تمہیں امت وسط بنایا وسط سے مراد لغت میں عدل ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

وہ عدل (والے ہیں) لوگ ان کے فیصلوں پر راضی ہوتے ہیں۔

یعنی وہ صاحب عدل ہیں۔ جب اللہ جل شانہ نے امت (مسلمہ) کی توصیف عدل کے وصف کے ساتھ فرمائی تو اس کا اقتضاء یہ ہے کہ اس کا قول قبول کیا جائے اور اس کا راستہ درست سمجھا جائے۔ دوسری وجہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ﴿لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ انہیں بعد میں آنے والوں کے لیے گواہ بنایا جیسا کہ رسول ﷺ کو ان پر گواہ بنایا۔ (گواہ ہونے کی) صفت سے متصف ہونے کے باعث وہ مستحق ہیں کہ ان کا قول حجت ہو اور ان کی شہادت مقبول

ہو۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا وصف بیان کیا کہ وہ ان پر گواہ ہیں ﴿وَ یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا﴾ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول ان پر حجت ہے اور انکی شہادت درست ہے۔

آیت مذکورہ سے استدلال کے بعد معترضین کے اس آیت سے متعلق شبہات کا مدلل ابطال فرماتے ہیں:

پھر فرماتے ہیں:

"دلیل آخر: وهو قوله تعالی: ﴿وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (۱۶) الآیةفقد أوجب به اتباع سبیل المؤمنین، وحظر مخالفتهم، فدل علی صحة اجماعهم، لأنهم لا یخلون من أن یکون فیهم مؤمنون، لقوله تعالیٰ: ﴿هُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ من قبلُ﴾ (وفی هذا) (۱۷) ولو جاز علیهم الخطأ لکان المأمور باتباعهم باتباع الخطأ، وما امر الله باتباعه لا یکون الا حقا وصوابا، ثم أکد بالحاقة بتارک اتباعهم" (۱۸)

"دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ اس آیت سے مؤمنین کی اتباع کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔اور ان کی مخالفت سے ڈرایا گیا ہے۔پس یہ دلالت کرتا ہے ان کے اجماع کی صحت پر۔کیونکہ (یہ امت) اس سے خالی نہیں ہوتی کہ اس میں مؤمنین (موجود) ہوں۔فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿هُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ (وَ فِیْ هٰذَا)﴾ اور اگر ان کے لیے خطا پر ہونا تسلیم کر لیا جائے تو ان کی اتباع پر مامور افراد کو خطا کی اتباع پر مامور ہونا تسلیم کرنا پڑے گا۔اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اتباع کا حکم نہیں دیا مگر یہ حق اور صحیح ہے۔پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی اتباع کے ترک کو عذاب کی وعید کے ساتھ مؤکد کیا۔"

آیت مذکورہ پر بھی معترضین کے شبہ کا دلائل سے رد فرماتے ہیں۔

اسی طرح سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۶، سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۰ اور سورۃ لقمان کی آیت نمبر ۱۵ سے حجیت اجماع پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ویدل علی صحة الاجماع أیضا: قوله تعالی ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَکُوْا وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْکُمْ وَلَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَةً﴾ (۱۹) سوی فیه بین من اتخذ من دون المؤمنین ولیجة، وبین من اتخذها من دون النبی علیه السلام، فدل علی (ان مخالف المؤمنین تارک للحق) کمخالف الرسول ﷺ — دلیل آخر: وهو قوله تعالی: ﴿کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

﴿تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ (۲۰) فشهد للأمة بهذه الخصال، ولو جاز اجماعهم على الخطأ لما كانو بهذه الصفة، ولكانوا قد أجمعوا. على المنكر، وتركوا المعروف، وقد أمننا الله عن وقوع ذلک منهم، بوصفه اياهم بالأمر بالمعروف والنهی عن المنكر، والمعنى وصفه اياهم بذلک: أنها تشتمل على من هذه صفته.

دليل آخروهو قوله تعالی: ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾ (۲۱) أی الأمة لا محالة من أناب اليه، فوجب اتباع جماعتها" (۲۲)

"اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اجماع کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔ ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً﴾ (اس آیت میں) ان دونوں کو برابر قرار دیا گیا ہے جس نے مومنین کے علاوہ کسی سے دوستی کی یا نبی کے علاوہ کسی کو دوست بنایا پس یہ دلالت کرتا ہے کہ مومنین کا مخالف تارک حق ہے اور اسی طرح ہے جس طرح مخالفِ رسول ؐ ہے۔

دوسری دلیل فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے امت کے لیے اس خصلت (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے) کی شہادت دی اور انکا خطاء پر جمع ہونا کیسے تسلیم کرلیا جائے جبکہ وہ اس صفت سے متصف ہوں۔ اس صورت میں ان کا اجماع منکر اور ترکِ معروف پر ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس میں مبتلا ہونے سے محفوظ رکھا ہے۔ کیونکہ ان کا وصف امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے اور اس وصف کا معنی یہ ہے کہ وہ اس صفت سے متصف ہیں۔ (یعنی اوامر پر عمل کرنے والے اور نواہی سے بچنے والے ہیں)۔

دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾ ترجمہ "اور پیروی کرو اس کے راستے کی جو میری طرف رجوع کرے" اور امت میں یقیناً جو اللہ کی طرف رجوع کرے گا تو اس جماعت کی اتباع واجب ہوگی۔"

علامہ جصاص ؒ کتاب اللہ کے بعد سنت سے حجیت اجماع پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ويدل على صحة الاجماع من جهة السنتة: الاخبار التی قد ثبت ورودها من طريق التواتر من جهات: جهات قد علمنا أنها تشتمل على صدق بخبر عن رسول اللهﷺ، بشهادة للأمة بصحة اجماعها، ولزوم اتباعها" (۲۳)

سنت سے بھی اجماع کی حجت پر دلالت ثابت ہے احادیث جن کا ورود متواتر طریقے سے ثابت ہے۔ (حجیت اجماع پر) متعدد وجوہ سے دلالت کرتی ہیں۔ ان وجوہ کے بارے میں ہم جانتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی سچی باتوں پر مشتمل جن میں

آپؐ نے امت کے اجماع کی صحت کی گواہی دی اور اس کے اتباع کو لازم قرار دیا۔

پھر علامہ جصاص لزوم جماعت خطا وضلالت سے امت کی حفاظت اور قیامت تک امت کے ایک گروہ کا لازماً حق پر قائم رہنے سے متعلق، احادیث نبویہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"فهذه أخبار ظاهرة مشهورة، قد وردت من جهات مختلفة، وغير جائز أن تكون كلها وهما أو كذبا،على ما بينا سلف من أخبار المتواتر ، وقد كانت مع ذلک شائعة فی عهد الصحابة: يحتجون بها فی لزوم حجة الاجماع، ويدعون الناس اليها، ولم يظهر من أحد منهم انكار ذلک، ولا رده، وما كان هذا سبيله من الأخبار فهو فی حيز التواتر الموجب للعلم بصحة مخبرها، فثبت بما ذكرنا من الكتاب والسنة وجوب حجية الاجماع، ودلت هذه الأخبار على صحة ما ذكرنا من وجهين:

أحدهما: أن قد رواها جماعة ووردت من طرق مختلفة، وهی مع الاختلاف طرقها وكثرة رواياتها متوافقة على لزوم اتباع الجماعة، فهو نظير ما ذكرنا من أقسام التواتر اذا أخبرت جماعة كبيرة مختلفة عن أمر شاهدوه، فيعلم يقينا أن خبرهم قد اشتمل على صدق نحو قافلة الحج اذا انصرفت فأخبر كل واحد منهم أنه قد حج، أن خبرهم قد اشتمل على صدق وان لم يجب القطع على خبر كل واحد منهم فيما (ذكره) واخبر به عن نفسه.

والآخر: انهم قد رووه بحضرة جماعات وذكروا أنه كان بحضرتهم توقيف من النبیﷺ اياهم على لزوم الجماعة، ولم ينكروه. فدل (صحته على صحة) ما بينا من وجهه فی الكلام فی الأخبار."(۲۴)

یہ مشہور اور واضح احادیث

علامہ جصاص کی قرآن اور سنت سے حجیت اجماع پر مدلل بحث کا حاصل انہی کے الفاظ میں یہ ہے۔

"فثبت بما ذكر من الكتاب والسنة وجوب حجية الاجماع۔" (۲٦)

جس طرح صدر اول کا اجماع حجت ہے علامہ جصاص فرماتے ہیں اسی طرح تمام اہل الاعصار کا اجماع حجت ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں۔

"مذهب اصحابنا وعامة الفقهاء أن اجماع أهل الاعصار حجة۔" (۲٦)

پھر اجماع جمیع اہل الاعصار کی حجت میں دلائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"والدليل على صحة ذلک: أن الآی التی قدمنا ذكرها من حيث دلت على صحة اجماع الصدر الأول فهی فی دلالتها على صحة اجماع أهل سائر الأعصار كهی فی دلالتها على صحة اجماع الصدر اول، لأن قوله تعالى: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (۲۷) عام فی أهل سائر الاعصار، ومعلوم أن قوله لتكونوا شهداء على الناس قد انتظم: أن يكونوا شهداء على أهل عصرهم عند انعقاد اجماعهم و على من بعدهم، وأنهم حجة على الجميع، كما كان الرسول ﷺ شاهدا

علی أهل عصره وعلى من بعده، وكذلك قوله تعالى: ﴿وَ مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾ (٢٨) وقوله تعالى: ﴿وَّاتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ﴾ (٢٩) قوله تعالى: ﴿کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ﴾ (٣٠) قول عام في أهل سائر الأعصار (ومن حيث دلت على اجماع الصدر الأول فهي في داالة على اجماع من بعدهم من أهل سائر الأعصار)

ولو جاز أن يقال: ذلك مخصوص به الصدر الأول، لجاز أن يقال في سائر ألفاظ العموم التي يتناول ظاهرها جميع الأمة. أو يقال هي: مخصوصة في الصحابة دون غيرهم، ولما كان المفهوم من خطاب الله تعالى وخطاب رسول الله ﷺ أنه متوجه الى سائر الناس والى أهل كل عصر الى يوم القيامة. وجب أن يكون الآى تلوتها في ايجاب حجة الاجماع محمولة على المعقول من خطاب الله في تناولها أهل سائر الأعصار ولو جاز أن يخص بها الصحابة. لجاز أن يقال: هي مخصوصة في طائفة منهم دون طائفة ولجاز أن يقال: انه حكم مخصوص به أهل المدينة دون غيرهم من الناس، فلما بطل ذلك ثبت أنها عامة في جميع أهل الأعصار، وأن (اجماع) أهل كل عصر حجة على من بعدهم، وجميع ما استدللنا به من السنة على صحة الاجماع يوجب صحة اجماع سائر أهل الأعصار، لأنه لا يخصص في أمره ايانا بلزوم الجماعة جماعة من الأمة دون غيرها، بل عم سائر الجماعات به، وكذلك قوله ﷺ (لا تجتمع أمتى على ضلال) لأن قوله: (لا تجتمع أمتى على ضلال) لا يخلو من أن يكون المراد به من كان في عصر النبی ﷺ مع من جاء بعدهم الى أن تقوم الساعة، ولا يجتمعون على ضلال" (٣١)

اس کی صحت پر دلیل وہ تمام آیات ہیں جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا اس حیثیت سے کہ وہ قرن اول کے اجماع کی صحت پر دلالت کرتی ہیں پس وہی (آیات) تمام زمانوں کے لوگوں کے اجماع کی صحت پر اس طرح دلالت کرتی ہیں جیسا کہ قرن اول کے اجماع کی صحت پر، فرمان باری تعالیٰ ہے :

﴿وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ﴾

یہ آیت عام ہے ہر زمانے کے لوگوں کے لیے اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿لِّتَکُوۡنُوۡا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ﴾ میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اپنے دور کے لوگوں کے لیے اور اپنے سے بعد آنے والے لوگوں کے لیے انعقاد اجماع کے لحاظ سے شہداء ہیں۔

اور وہ تمام لوگوں پر حجت ہوں۔ جیسا کہ نبی ﷺ اپنے زمانے اور اس کے بعد (کے زمانے) کے لیے شاہد ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (اور جس نے رسول ﷺ کی مخالفت کی بعد اس کے اسکے لیے ہدایت روشن ہو کر آ گئی ہے اور اس نے مؤمنین کے راستے کے علاوہ کسی راستہ پر چلا) اور فرمان باری تعالیٰ ہے (پیروی کرو اس (شخص) کے راستے کی جو میری طرف رجوع کرے) اور فرمان باری تعالیٰ ہے (تم بہترین امت ہو لوگوں کے لیے نکالے گئے ہو) یہ قول عام ہے ہر زمانے کے لوگوں کے لیے (اس حیثیت سے کہ جسے (یہ آیات) صدر اول کے اجماع (حجیت) پر دلالت کرتی ہیں اسی طرح یہ بعد میں آنے والے ہر زمانے کے لوگوں اجماع پر دلالت کرتی ہیں) اور اگر یہ کہنا درست ہو کہ یہ صدر اول سے مخصوص ہے تو پھر یہ کہ ان تمام الفاظ کے

بارے میں درست ماننا پڑے گا جو اپنے ظاہر کے اعتبار سے تمام امت کو شامل ہوں (وہ بھی صرف صدر اول سے ہی متعلق ہیں) یا یہ کہا جائے کہ یہ صرف صحابہ کے لیے مخصوص ہیں ان کے علاوہ کے لیے نہیں۔ جب کہ اللہ جل شانہ کے خطاب اور رسول اللہ ﷺ کے خطاب سے (واضح) سمجھ آتا ہے کہ وہ اس کے مخاطب قیامت کے دن تک کے آنے والے زمانے کے تمام افراد ہیں۔

لازم ہے کہ وہ آیات جن کی میں نے تلاوت کی (یعنی جن کا اوپر ذکر کیا) اور ان سے حجیت اجماع کے وجوب پر استدلال کیا جائے۔ ان سے عقلاً یہ سمجھا جائے کہ ان میں مخاطبت کے لحاظ سے تمام زمانوں کے لوگ شامل ہیں اور اگر اسے صحابہ کرامؓ کے لیے مخصوص تسلیم کیا جائے تو یہ پھر بھی کہنا درست ہوگا یہ آیت صحابہ میں سے بھی ایک گروہ کے لیے خاص ہے یا یہ کہنا درست ہوگا کہ اس سے دیگر لوگوں کے علاوہ صرف اہلِ مدینہ مخصوص مراد ہیں۔

پس جب یہ سب باطل ہے تو یہ ثابت ہوا کہ یہ عام ہیں تمام زمانوں کے لوگوں کے بارے میں۔ ہر زمانے کا اجماع بعد میں آنے والوں کے لیے حجت ہے۔ اور سنت سے ہم نے صحت اجماع پر جو استدلال کیا ہے اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ تمام زمانے کے لوگوں کا اجماع حجت ہے۔ کیونکہ وہ ہمارے لیے لزوم جماعت کو امت کے علاوہ امت کی کسی مخصوص جماعت کو لازم نہیں کرتا بلکہ یہ عام ہے تمام جماعتوں کے لیے۔

اسی طرح فرمان نبوی ﷺ ہے (میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی) کیونکہ آپ کے فرمان (لا تجتمع أمتي على ضلال) سے مراد یہی ہے کہ جو نبی ﷺ کے زمانے میں (امت) ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جو بھی قیامت تک آئیں گے ان کے بعد، وہ سب گمراہی پر جمع نہ ہوں گے۔

علامہ جصاص کی ''الفصول فی الاصول'' سے حجیت اجماع سے متعلق مفصل بحث اس لیے نقل کی گئی ہے کہ امام شافعیؒ کی کتاب ''الرسالہ'' کے بعد قدیم ترین اصول فقہ کی مطبوعہ کتاب اب ہمارے پاس یہی ہے اور اس کے بعد جتنی کتب بھی اصول فقہ پر تحریر کی گئی ہیں بیشتر میں الفصول ہی میں بیان کردہ دلائل کا اعادہ کیا گیا ہے۔

علامہ ابو اسحاق شیرازی ''اللمع فی اصول الفقہ'' میں فرماتے ہیں:

"وهو حجة من حجج الشرع، ودليل من أدلة الاحكام مقطوع على مغيبه" (٣٢)

اسکے بعد حجیت اجماع پر دلائل ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"فدل على وجوب العمل بالاجماع" (٣٣)

امام الحرمین الجوینی فرماتے ہیں:

"الاجماع حجة قاطعة" (٣٤)

ابو الحسین البصری المعتزلی فرماتے ہیں:

"ان اجماع أهل كل عصر من الامة صواب وحجة" (۳۵)

علامہ بزدوی "کنزل الوصول الی معرۃ الاصول" کے باب "حکم الاجماع" میں فرماتے ہیں:

"حكمه فى الاصل ان يثبت المراد به حكما شرعيا على سبيل اليقين" (۳۶)۔

علامہ عبدالعزیز بخاری اسکی شرح میں فرماتے ہیں:

"أى أصل الاجماع وهو أن يتحقق بجميع شرائطه أن يثبت المراد به على سبيل اليقين يعنى الأصل فى الاجماع أن يكون موجبا للحكم قطعا كالكتاب والسنة فان لم يثبت اليقين به فى بعض المواضع فذلك بسبب العوارض كما فى الآية المؤولة وخبر الواحد" (۳۷)

یعنی اصل اجماع یہ ہے کہ جب اس کا تمام شرائط کے ساتھ تحقق ہو تو اس سے ثابت شدہ بات یقینی ہے۔

یعنی درحقیقت اجماع سے حکم کا وجوب اسی طرح ہو جائے جس طرح قطعی طور پر کتاب وسنت سے ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات جب یقیناً ثابت نہیں ہوتا تو اس کی وجہ کچھ عوارض ہوتے ہیں جیسا کہ مؤول آیت اور خبر واحد (سے ثابت شدہ احکام ظنی ہوتے ہیں۔)

علامہ بزدوی قرآن اور سنت سے حجیت اجماع پر نقلی دلائل بیان کرنے کے بعد عقلی دلائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"واما المعقول فلان رسولنا عليه السلام خاتم النبيين وشريعته باقية الى آخر الدهر وامته ثابتة على الحق الى ان تقوم الساعة قال النبى ﷺ لا تزال طائفة من امتى على الحق ظاهرين حتى تقوم الساعة وقال حتى تقاتل آخر عصابة من امتى الدجال وانما لمراد بالامة من لا يتمسك بالهوى والبدعة ولو جاز الخطاء على جماعتهم وقد انقطع الوحى بطل وعد الثبات على الحق فوجب القول بان اجماعهم صواب بيقين كرامة من الله تعالىٰ صيانة بهذا الدين وهذا حكم متعلق باجماعهم صيانة للدين وذلك جائز مثل القاضى يقضى فى المجتهد برأيه فيصير لازما لايرد عليه نقض وذلك فوق دليل الاجتهاد صيانة للقضاء الذى هى من اسباب الدين ولا ينكر فى المحسوس والمشروع ان يحدث باجتماع الافراد ما لا يقوم به الافراد اوالله اعلم فصار الاجماع من الكتاب وحديث متواتر فى وجوب العمل والعلم به فيكفر جاحده فى الاصل (۳۸)۔

اور یہ عقلاً ثابت ہے کہ ہمارے رسول ﷺ خاتم النبیین ہیں اور ان کی شریعت اختتام دنیا تک کے لیے ہے اور ان کی امت قیامت تک حق پر ثابت (قدم) ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے اور فرمایا: یہاں تک کہ میری امت کا ایک گروہ دجال سے قتال کرے گا پس اس سے مراد یہ ہے کہ امت بدعت اور

ہوائے نفس کو (بحیثیت کل امت) اختیار نہیں کرے گا اور اگر اسکی اجماعیت کو خطا پر تسلیم کرلیا جائے تو انقطاع وحی ہو چکا ہے اس سے اور امت کے حق پر ثابت رہنے کے وعدے کو باطل کرتا ہے۔ پس (آپ کے اس) قول سے کہ لازم ہوا کہ ان کا اجماع یقینی طور پر درست ہے اللہ کی طرف (عطا کردہ) شرف کے ساتھ اور اسکی طرف اس دین کی حفاظت کے باعث۔ اور اس کے اجماع سے متعلق یہ حکم دین کی حفاظت (کے لیے لازمی) ہے۔ اور یہ درست بھی ہے جس کی مثال قاضی ہے۔

وہ مجتہد فیہ مسئلہ میں اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہے اور وہ لازم ہو جاتا ہے اور اس کے فیصلہ خلاف نہیں کیا جاتا اور (اجماع کا لزوم) اجتہاد کی دلیل سے اوپر ہے کہ وہ تو صیانت قضا کے لیے (لازم و مشروع) ہے جبکہ (اجماع) (صیانت) دین کے اسباب میں سے ہے۔ اور جو بات افراد کے مجموعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ محسوسات و شریعات میں اس کا انکار نہیں کیا جاتا وہ فرداً فرداً وہ بات پیدا نہیں ہو سکتی۔ پس اجماع کتاب اللہ، سنتِ متواترہ کی طرح واجب العلم والعمل ہے اور اس اصل کا انکار کفر ہے۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

"اعلم أن اجماع هذه الامة موجب للعلم قطعا" (۳۹)

علامہ سرخسی بھی قرآن وسنت سے حجیت اجماع پر نقلی دلائل بیان کرنے کے بعد دلیل عقلی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وشيء من المعقول يشهد به، فان الله تعالىٰ جعل الرسول خاتم النبيين وحكم ببقاء شريعته الى يوم القيامة وأنه لا نبي بعده، والى ذلك أشار رسول الله ﷺ في قوله: [لا تزال طائفة من امتي على الحق ظاهرين لا يضرهم من ناوأهم] فلا بد من أن تكون شريعته ظاهرة في الناس الى قيام الساعة وقد انقطع الوحي بوفاته، فعرفنا ضروة أن طريق بقاء شريعته عصمة الله أمته من أن يجتمعوا على الضلالة فان في الاجتماع على الضلالة رفع الرويعه وذلك يضار الموعود من البقاء، واذا ثبت عصمة جميع الأمة من الاجتماع على الضلالة ضاهى ما أجمعوا عليه المسموع من رسول الله ﷺ وذلك موجب للعلم قطعاً، لهذا مثله. وهذا معنى ما قلنا: ان عند الاجتماع يحدث ما لكم يكن ثابتا بالأفراد، وهو نظير القاضي اذا نفذ قضاء باجتهاد فانه يلزم ذلك على وجه لايحتمل النقض، وان كان ذلك فوق الاجتهاد وكان ذلك لصيانة القضاء الذي هو من أسباب الدين فلأن يثبت هنا ما ادعينا صيانة أصل الدين كان أولى." (۴۰).

"اور عقلی طور پر ثابت بات جس کی گواہی دی جاتی ہے کہ بے شک اللہ جل شانہ رسول ﷺ کو خاتم النبیین بنایا اور ان کی (لائی ہوئی) شریعت کو قیامت تک باقی رکھنے کا فیصلہ فرمایا اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور

اسکے بارے میں نبی کریم ﷺ نے اپنے اس فرمان کے ذریعے اشارہ فرمایا [میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا وہ غالب رہے گا اور اس کو مخالفت کرنے والوں سے کچھ نقصان نہ پہنچے گا] پس لازم ہے آپ کی شریعت لوگوں میں قیامت تک ظاہر رہے کیونکہ آپ کی وفات سے وحی تو منقطع ہو چکی ہے۔ پس ہمیں جان لینا چاہیے کہ آپ کی شریعت کی بقا کا طریقہ (اس کے سوا کوئی نہیں) ہے کہ اللہ کی طرف سے آپ کی امت کو عصمت ملے اور وہ گمراہی پر جمع نہ ہو۔ کیونکہ گمراہی پر جمع ہو جانے میں شریعت کا خاتمہ ہے اور آپ ﷺ کے بیان کردہ وعدہ (کہ امت حق پر قائم رہے گی) کے خلاف ہے۔

اور جب امت کی گمراہی پر جمع ہو جانے سے محفوظیت ثابت ہوگئی تو نبی کریم ﷺ سے منقول جن باتوں پر امت نے اجماع کر لیا وہ روشن اور واضح ہوگئیں اور ان سے علمِ قطعی حاصل ہوتا ہے اور انہی معنوں میں ہم نے کہا ہے کہ جو بات اجماعیت سے ثابت ہوتی ہے وہ بات فرداً فرداً ثابت نہیں ہوتی اور اس کی نظیر قاضی ہے کہ اس کا اجتہادی فیصلہ نافذ کیا جاتا ہے اور وہ لازم ہوتا ہے اور اس کے نقض کا احتمال نہیں ہوتا اجماع کا معاملہ اجتہاد سے بڑھ کر ہے جب قضا کا معاملہ صیانت دین کے اسباب میں سے ہونے کی وجہ سے نافذ ہوتا ہے تو ہم نے اجماع کے بارے میں جو دعویٰ کیا وہ زیادہ اولیٰ طریقے سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ اصل دین میں سے ہے۔"

مذکورہ بالا بحث کا حاصل یہ ہے کہ تمام علمائے اصول کا اجماع کی حجیت پر اتفاق ہے۔ مبتدع اور گمراہ فرق کے علاوہ کوئی اجماع کی حجیت کا منکر نہیں ہے۔ علمائے اصول نے ایسے مبتدع فرق کے شبہات کا مدلل ابطال اپنی اپنی کتب اصول میں تفصیل سے کیا ہے۔

جہاں تک اجماع کی شرائط، مراتب، سند اور نقل کے طریق کا تعلق ہے اس میں علمائے اصول کا باہمی اختلاف ہے جس کی تفصیل کتب اصول میں موجود ہے لیکن نفس اجماع کی حجیت اور اس کا احکام شرعیہ کا قرآن و سنت کے بعد ماخذ و مصدر ہونا، اس پر سب کا اتفاق ہے۔

اجماع اور تفسیر قرآن:

قرآن و سنت کے بعد جس طرح اجماع احکام شرعیہ کا ماخذ و مصدر اور دلیل ہے اسی طرح اجماع تفسیر قرآن کا بھی، سنت کے بعد، اہم اصول ہے۔ قرآن کریم کی کوئی ایسی تفسیر جو اصل اجماع کے منافی ہو مردود ہوگی۔ نبی کریم ﷺ کے ارشاد مبارک "من فسر القرآن برأیہ فلیتبوا مقعدہ من النار" میں ایسی ہی رائے کی مذمت بیان کی گئی ہے جس کا محرک ہویٰ اور نفسانیت ہو اور ہر ایسی انفرادی رائے جو پوری امت کے اجماع کے خلاف ہو رائے مذموم ہی کی مصداق ہوگی جس کی وعید حدیثِ بالا میں

بیان کی گئی ہے۔ گویا اجماع ہی وہ اصل ہے جورائے مذموم کے باب کو مسدود کر دیتا ہے۔

اصل اجماع ہی وہ حصار ہے جس کی بنا پر امت پہلی صدی ہجری سے لیکر آج تک مبتدعین اور زائغین کی قرآن کے متعلق تاویلات فاسدہ سے محفوظ رہی ہے اور امت میں ان کو مقبولیت حاصل نہ ہوسکی۔

قرآن کریم میں بیان کردہ عقائد اور فرائض وواجبات، جن سے واقف ہونا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے اور جن کے صحیح علم کے بغیر ایک فرد مسلمان نہیں ہوسکتا ان کے معنی وتفسیر پر بھی امت کا اجماع ہے اب کوئی زائغ اور ضال لغت کی آڑ لے کر کوئی ایسی تاویل فاسدہ کر کے جو اجماع کے منافی ہو، امت میں مقبولیت نہیں حاصل کرسکتا ہے۔ اصل اجماع خود اس کی تردید کے لیے کافی ہوگا۔

مثلا خاتم النبیین کی ایسی تفسیر وتشریح جو ان معنی کے منافی ہو جن پر امت کا اجماع ہے مردود ومطرود ہوگی۔ اسی طرح صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج اور دیگر فرائض وواجبات کا حال ہے امت کا عامی بھی علم لغت کے بغیر ہی ان کے ان معنی ومفہوم سے واقف ہے جو مراد الٰہی ہیں۔ اور ان معانی پر امت کا اجماع ہے اور ان کی حجیت وقطعیت ہر شک وشبہ سے بالا ہے اور جو ان اجماعی معانی ومطالب کا انکار کر کے خود اپنی رائے سے تفسیر کرنے کی جسارت کرتا ہے اس کا زیغ وضلال بھی واضح اور ہر شک وشبہ سے بالا ہے۔
اجماع سے قرآن کریم کی تفسیر کی یہ تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

۱۔ قرآن کریم کا کوئی ایسا حکم یا کوئی ایسی تفسیر جو پہلے ہی قطعی تھی اجماع سے اس کی قطعیت میں مزید قوت اور تاکید پیدا ہوجاتی ہے۔

۲۔ اگر کوئی ایسا حکم یا تفسیر ہے جو قطعی نہیں تھی بلکہ ظنی تھی یعنی ایک سے زیادہ احتمال کی حامل تھی اب اگر کسی معنی پر اجماع ہوگیا تو وہ تفسیر یا حکم قطعی ہوجائے گا اور اس کے خلاف تفسیر ناقابل اعتبار ہوگی۔

مثلا قرآن کریم کی آیت ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ﴾ (۴۱) میں امہات کا لفظ دادی اور نانی کو بھی شامل ہے اور بنات کا لفظ نواسی کو بھی شامل ہے لیکن یہ حکم قطعی اور یقینی نہ تھا کیونکہ یہ احتمال موجود تھا کہ امہات سے یہاں صرف حقیقی مائیں مراد ہوں چنانچہ اس احتمال کی بنیاد پر کوئی مجتہد یا مفسر یہ کہہ سکتا تھا کہ دادی، نانی اور نواسی سے نکاح حرام نہیں مگر جب ان کے حرام ہونے پر اجماع منعقد ہوگیا تو یہ حکم قطعی اور یقینی ہوگیا اب دوسرا احتمال مفید نہ رہا اس لیے کسی مفسر یا مجتہد کو اس سے اختلاف کی گنجائش نہ رہی اب اگر کوئی دوسری تفسیر کرتا ہے تو اصل اجماع کے منافی ہونے کی وجہ سے مردود ومطرود ہوگی۔

۳۔ تیسری صورت ایسے مسائل کی ہے جن کو قرآن کریم سے قیاس کی اساس پر استنباط کیا گی ہے مگر جمہور علماء کا ان پر اجماع ہے۔ ایسے مجمع علیہ قیاس کی مثال، جس کی بنیاد یعنی مقیس علیہ قرآن ہے، کتے کے سوا دوسرے شکاری جانوروں کا استعمال ہے جو کلاب پر قیاس کیا گیا ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔

﴿وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ﴾ (۴۲)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ﴾ (۴۳)

از روئے قیاس ''محصنات'' پر ''محصنون'' کو بھی شامل کرلیا گیا ہے۔

اسی طرح لونڈیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ﴾ (۴۴)

اسی ذیل میں غلاموں کی قیاس کر کے شامل کرلیا گیا۔

اگر چہ مذکورہ مسائل کی اساس قیاس ہے مگر یہ ایسا قیاس ہے جو قرآن کریم سے استنباط کیا گیا ہے اور پھر جمہور علماء کا اس پر اجماع ہے گویا مجمع علیہ قیاس جس کی اصل قرآن کریم ہوا جماع سے قرآن کریم کی تفسیر ہی ایک صورت ہے۔

حواشی وحوالہ جات

١۔ یونس:١٧

٢۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، جمال الدین، لسان العرب، ج ٨ ص ٥٧، قم: نشر ادب الحوزہ، ١٤٠٥ھ

٣۔ ایضاً

٤۔ ایضاً

٥۔ ایضاً ج ٨ ص ٥٧، ٥٨

٦۔ بخاری، عبدالعزیز بن احمد، کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البز دوی، ج ٣ ص ٣٣٧، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، طبع اول، ١٩٩٧ء

٧۔ شیرازی، ابراہیم بن علی، ابواسحاق، اللمع فی اصول الفقہ ص ٨٧، بیروت، دار الکتب العلمیۃ طبع اول، ١٩٨٥ء

٨۔ غزالی، محمد بن محمد، ابوحامد، المستصفی فی علم الاصول ص ١٣٧، بیروت، دار الکتب العلمیۃ طبع اول، ١٩٩٣ء

٩۔ کشف الاسرار، ج ٣ ص ٣٣٧

١٠۔ آمدی، علی بن ابوعلی، سیف الدین، الاحکام فی اصول الاحکام، ج ١ ص ٢٨١، ٢٨٢، مصر، دار الحدیث خلف الجامع الازھر، س۔ن

١١۔ شافعی، محمد بن ادریس، الرسالۃ تحقیق وشرح، احمد محمد شاکر ص ٤٧٥، ٤٧٦، بیروت، دار الکتب العلمیہ ١٤١٢ھ

١٢۔ جصاص، ابو بکر احمد بن علی، الفصول فی الاصول، دراسۃ وتحقیق ڈاکٹر عجیل جاسم النشمی، ج ٣ ص ٢٥٧، کویت، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ طبع اول، ١٤٠٥ھ/ ١٩٨٥ء

١٣۔ ایضا، ج ٣ ص ٢٥٧

١٤۔ البقرہ:١٤٣

١٥۔ الفصول فی الاصول، ج ٣ ص ٢٥٧، ٢٥٨

١٦۔ النسآء:١١٥

١٧۔ الحج:٧٨

١٨۔ الفصول فی الاصول، ج ٣ ص ٢٦٢

١٩۔ توبہ:١٦

٢٠۔ ال عمران:١١٠

٢١۔ لقمان:١٥

٢٢۔ الفصول فی الاصول، ج ٣ ص ٢٦٣

٢٣۔ ایضا ج ٣ ص ٢٦٤

۲۴۔ ایضا، ج۳ص ۲۶۵، ۲۶۶

۲۵۔ ایضاج۳ص ۲۶۵

۲۶۔ ایضاج۳ص ۲۷۱

۲۷۔ البقرہ:۱۴۳

۲۸۔ النسآء:۱۱۵

۲۹۔ لقمان:۱۵

۳۰۔ ال عمران:۱۱۰

۳۱۔ الفصول فی الاصول، ج۳ص ۲۷۲، ۲۷۳

۳۲۔ اللمع فی اصول الفقہ،ص ۸۷

۳۳۔ ایضا،ص ۸۸

۳۴۔ زرکشی محمد بن عبداللہ، بدرالدین، البرہان فی علوم القرآن، ج اص ۴۳۶، بیروت، دارالفکر، ۱۹۸۸ء

۳۵۔ بصری، ابوالحسین، محمد بن علی المعتزلی، المعتمد فی اصول الفقہ، ج۲ص ۴، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، طبع اول، ۱۹۸۳ء

۳۶۔ بزدوی، علی بن محمد، فخر الاسلام، کنزالوصول الی معرفۃ الاصول،ص ۲۴۵، کراچی، امیر محمد کتب خانہ،س۔ن

۳۷۔ کشف الاسرار، ج۳ص ۳۷۲

۳۸۔ کنزالوصول الی معرفۃ الاصول،ص ۲۴۵

۳۹۔ سرخسی، محمد بن احمد، اصول السرخسی، ج اص ۳۰۵، تحقیق ابوالوفاء افغانی، لاہور، دارالمعارف النعمانیہ، طبع اول، ۱۹۸۱ء

۴۰۔ ایضا، ج اص ۳۰۱، ۳۱۱

۴۱۔ النسآء:۲۲

۴۲۔ المائدہ:۴

۴۳۔ النور:۴

۴۴۔ النسآء:۲۵